REGD P. 725

یادگار حضرت حجۃ الاسلام جناب مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ

جاری شدہ ۱۸۹۶ء

اصلاح

سالانہ چندہ ہند و پاکستان میں

پانچ روپیہ ۵/۱/

مدیر

سید محمد باقر نقوی مولوی فاضل، صدر الافاضل

مطبع "اصلاح" کجھوا (صوبہ بہار)

ابوہریرہؓ

مشہور صحابی جو پیغمبرِ اسلامؐ کی آخری زندگی میں اسلام لائے اور صرف تین برس آپ کی صحبت میں رہے، مگر اس تین برس کی قلیل مدت میں پیغمبرؐ سے انھوں نے اتنی حدیثیں سنیں کہ ان کی روایتوں سے حضرات اہلسنت کی صحاح ستہ اور تمام کتبِ احادیث چھلک رہی ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ مذہب اہلسنّت کی تشکیل میں ابوہریرہ کا بڑا ہاتھ رہا ہے اور زیادہ تر دینی عقائد، مذہبی احکام و مسائل آپ ہی کی حدیثوں کے رہینِ منت ہیں تو ذرہ برابر مبالغہ نہ ہوگا۔

شدید ضرورت تھی کہ آپ کی زندگی، عادات و خصائل کیساتھ آپ کی حدیثوں کا جائزہ لیا جائے۔ حضرت حجۃ الاسلام آقا عبد الحسین شرف الدین موسوی طاب ثراہ نے "ابوہریرہ" تحریر فرما کر بلاشبہ سوادِ اعظم پر احسانِ عظیم فرمایا۔ یہ قیمتی کتاب پہلی مرتبہ دفتر اصلاح نے شائع کی ہے ——— قیمت ۲/۵۰

شیعہ بچّوں کی مذہبی تعلیم

بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم کے لئے دفتر اصلاح نے پانچ حصّوں میں دینیات کا کورس شائع کیا ہے۔ ہر حصّہ درجہ بدرجہ بچّوں کی استعداد اور تدریجی طور پر بڑھتی ہوئی لیاقت و اہلیت کو پیشِ نظر رکھ کر نہایت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ملک کے مختلف اسکول و مدارس کے علاوہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ اور جامعہ ملّیہ دہلی کے نصاب میں داخل ہے۔ قیمت:۔ پہلا حصہ ۵۰ر۔ دوسرا حصہ ۵۰ر۔ تیسرا حصہ ۵۵ر۔ چوتھا حصہ ۸۰ر۔ پانچواں حصہ ۱۲۲ر۔

بنی اُمیّہ اور اُنکی دشمنی اسلام سے

بنی اُمیّہ نے پیغمبرِ اسلامؐ اور اسلام پر کیا کیا مظالم ڈھائے۔ کن کن طریقوں سے شریعتِ الٰہیہ کو نیست و نابود کرنے کی کوشش کی۔ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنے اقتدار کو مضبوط بنانے کے لئے کن کن ہتھکنڈوں سے وہ کام لیتے رہے۔ دفتر اصلاح کا تازہ ترین شاہکار ——— قیمت ۲/۵۰

عبداللہ بن سبا

تاریخ اسلام کی بدنام ترین خیالی ہستی جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کی ہلاکت اسی ابن سبا کی کارروائیوں کا نتیجہ تھی۔ اس رسالہ میں ابن سبا کے ہست و بود پر محققانہ بحث کی گئی ہے اور مورخین کے اس گھڑے ہوئے افسانہ کے تار و پود بکھیر کے رکھ دیئے گئے ہیں ——— قیمت ۱/-

باہتمام سجاد

اصلاح

جلد ۶۳	جولائی ۱۹۶۲ء مطابق ماہ ربیع الاول ۸۲ھ	نمبر ۷

ہائے سرکار نصیر الملۃ!

افسوس صد افسوس کہ ہندوستان کے مومنین پھر ایک سخت مصیبت سے دوچار ہوئے ابھی سرکار عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ اور ملاذ العلماء مولانا سید محمد حسین صاحب قبلہ طاب ثراہ کا غم ہلکا نہ ہونے پایا تھا کہ سرکار نصیر الملۃ نے ۱۱ مئی کو رحلت فرمائی۔ چند گنی چنی ہستیاں تھیں جو ہندوستان کے مومنین کے لیے سہارا اور دینی مہمات میں اُن کے لئے شمع راہ تھیں صد حیف کہ یہ شمعیں ایک ایک کرکے گل ہوتی جارہی ہیں جو اُٹھ رہا ہے وہ اپنی جگہ خالی چھوڑ کر اُٹھ رہا ہے جب گذشتہ زمانوں میں یہ کیفیت رہی کہ ایک عالم کے مرنے کے بعد کوئی دوسرا اسکی تلافی نہ کرسکا تو آج کل کے پر آشوب دور اور قحط الرجال میں تلافی کی کیا امید کی جاسکتی ہے سرکار نصیر الملۃ کا سانحۂ ارتحال اس لحاظ سے اور ہوش رُبا اور المناک ہے کہ دینی معاملات کے علاوہ وہ سیاسی و معاشرتی امور میں بھی بے نظیر صلاحیتوں کے مالک تھے آپکی ذات ایک پُرخلوص قائد و رہنما کی ذات تھی بلاشبہ آپکی رحلت ملت جعفریہ کا نقصان عظیم ہے جس کا مدتوں اثر محسوس ہوتا رہے گا انا للہ وانا الیہ راجعون خداوند عالم سرکار سعید الملۃ کو صبر کی طاقت بخشے یقیناً سرکار نصیر الملۃ کا غم آپکے لیے پدر بزرگوار حضرت ناصر الملۃ طاب ثراہ کے غم سے کم نہیں

چند اور افسوسناک حادثے

۲۹ مئی ۶۲ء کو جناب سید محمد اطہر صاحب زار سیتاپوری نے مختصر علالت کے بعد انتقال کیا مرحوم عرصہ دراز تک ریاست محمود آباد کے منیجر رہے بہت سے قومی و مذہبی اداروں کے خصوصی رکن اور مشہور مداح اہلبیت تھے آپکے قصائد سلام نوحے مرثیے نظمیں اکثر و بیشتر شیعی جرائد میں شائع ہوکر خراج تحسین حاصل کرچکی ہیں بہت خلیق اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ ابھی زیادہ عمر کو بھی نہ پہنچے تھے صرف ۵۴ سال کی عمر میں چند دوم علیل رہ کر داعیٔ اجل کو لبیک کہی۔

(۲) ہمدرد اصلاح جناب سید حسن اختر صاحب ایم اے اسسٹنٹ ماسٹر گورنمنٹ انٹر کالج اٹاوہ کی والدہ معظمہ نے یکم اپریل کو اپنے وطن شیرکوٹ ضلع بجنور میں انتقال کیا۔

(۳) جناب مرزا سجاد حسین صاحب ایم کام کی والدہ ماجدہ نے ۱۵ اپریل کو دفعتہً حرکت قلب بند ہوجانے سے انتقال کیا۔

خداوند عالم ان تمام مرحومین کے درجات عالی کرے اور اُنکے پسماندگان کو صبر جمیل کرامت فرمائے۔ مومنین سے التجا ہے کہ سورۂ فاتحہ و توحید کا ثواب ان تمام مرحومین کی روح کو ایصال فرماکر ادارہ ممنون فرمائیں۔

علامہ ابوالاعلیٰ مودودی

کتنا ہمہ گیر تھا وہ انقلاب

آپ کو اس اُمّی کی لیڈرشپ کے نتائج دنیا کے قوانین اور طریقوں اور معاملات میں اس کثرت سے نظر آئیں گے کہ اُن کا شمار مشکل ہو جائے گا۔ اخلاق اور تہذیب، شائستگی اور طہارت و لطافت کے کتنے ہی اصول ہیں جو اس کی تعلیم سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گئے۔ معاشرت کے جو قوانین اُس نے بنائے تھے دنیا نے کس قدر اُن کی خوشہ چینی کی اور اب تک کیے جا رہی ہے۔ معاشیات کے جو اصول اُس نے سکھائے تھے اُن سے دنیا میں کتنی تحریکیں پیدا ہوئیں اور اب تک پیدا ہوتی جا رہی ہیں۔ حکومت کے جو طریقے اُس نے اختیار کیے تھے اُن سے دنیا کے سیاسی نظریات میں کتنے انقلاب برپا ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ عدل اور قانون کے جو اصول اُس نے وضع کیے تھے اُنھوں نے دنیا کے عدالتی نظامات اور قانونی افکار کو کس قدر متاثر کیا اور اب تک اُن کی تاثیر خاموشی کے ساتھ جاری ہے۔ جنگ اور صلح اور بین الاقوامی تعلقات کی تہذیب جس شخص نے عملاً دنیا میں قائم کی وہ دراصل یہی عرب کا اُمّی ہے ورنہ پہلے دنیا اس سے ناواقف تھی کہ جنگ کی بھی کوئی تہذیب ہو سکتی ہے اور مختلف قوموں میں مشترک انسانیت کی بنیاد پر بھی معاملات ہونے ممکن ہیں۔

انسانی تاریخ کے منظر میں اس حیرت انگیز انسان کی بلند و بالا شخصیت اتنی ابھری ہوئی نظر آتی کہ ابتداء سے لے کر اب تک کے بڑے سے بڑے تاریخی انسان جن کو دنیا اکابر HEROES میں شمار کرتی ہے جب اس کے مقابلہ میں لائے جاتے ہیں تو اُس کے آگے بونے نظر آتے ہیں۔ دنیا کے اکابر میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کے کمال کی چمک دمک انسانی زندگی کے ایک دو شعبوں سے آگے بڑھ سکی ہو۔ کوئی نظریات کا بادشاہ ہے مگر عملی قوت نہیں رکھتا۔ کوئی عمل کا پتلا ہے مگر فکر میں کمزور ہے۔ کسی کے کمالات سیاسی تدبیر تک محدود ہیں۔ کوئی محض فوجی ذہانت کا مظہر ہے۔ کسی کی نظر اجتماعی زندگی کے ایک پہلو پر اتنی زیادہ گہری جمی ہے کہ دوسرے پہلو اوجھل ہو گئے ہیں۔ کسی نے اخلاق اور روحانیت کو لیا تو معیشت و سیاست کو بھلا دیا۔ کسی نے معیشت و سیاست کو لیا تو اخلاق و روحانیت کو نظر انداز کر دیا۔ غرض تاریخ میں ہر طرف ایک رُخے ہیرو ہی نظر آتے ہیں۔ مگر تنہا یہی ایک شخصیت ایسی ہے جس میں تمام کمالات موجود ہیں۔ وہ خود ہی فلسفی اور حکیم بھی ہے اور خود ہی اپنے فلسفہ کو عملی زندگی میں نافذ کرنے والا بھی۔ وہ سیاسی مدبر بھی ہے، فوجی لیڈر بھی ہے، واضع قانون بھی ہے، معلّم اخلاق بھی ہے، مذہبی اور روحانی پیشوا بھی۔ اس کی نظر انسان کی پوری زندگی پر پھیلتی ہے اور چھوٹی چھوٹی تفصیلات تک جاتی ہے۔ کھانے پینے کے آداب اور جسم کی صفائی سے لے کر بین الاقوامی تعلقات تک ایک ایک چیز کے متعلق وہ احکام و ہدایات دیتا ہے۔ اپنے نظریات کے مطابق ایک مستقل تہذیب CIVILIZATION وجود میں لا کر دکھا دیتا ہے اور زندگی کے تمام مختلف پہلوؤں میں ایسا صحیح توازن EQUILIBRIUM قائم کرتا ہے کہ افراط و تفریط کا کہیں نشان تک نظر نہیں آتا۔ کیا اس جامعیت کا کوئی دوسرا شخص تمہاری نظر میں موجود ہے؟

دنیا کی بڑی بڑی شخصیتوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی نہیں جو کم و بیش اپنے ماحول کی پیدا کردہ نہ ہو مگر اس شخص کی

کی شان سب سے نرالی ہے اُس کے بنانے میں اُس کے ماحول کا کوئی حصہ نظر نہیں آتا اور نہ کسی دلیل سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ عرب کا ماحول اس وقت تاریخی طور پر ایسے ایک انسان کی پیدائش کا مقتضی تھا۔

یہی نہیں کہ وہ شخص اپنے ماحول کی پیداوار نظر نہیں آتا بلکہ جب ہم اسکے کارنامے پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہیں۔ اس کی نظر وقت اور حالات کی بندشوں کو توڑتی ہوئی صدیوں اور ہزاروں MILLENNIUM پردوں کو چاک کرتی ہوئی آگے بڑھتی ہے وہ انسان کو ہر زمانہ اور ہر ماحول میں دیکھتا ہے اور اسکی زندگی کے لئے ایسی اخلاقی اور عملی ہدایات دیتا ہے جو ہر حال میں یکساں مناسبت کے ساتھ ٹھیک بیٹھتی ہیں وہ ان لوگوں میں سے نہیں جن کو تاریخ نے پرانا کر دیا ہے۔ جن کی تعریف ہم صرف اس حیثیت سے کر سکتے ہیں کہ اپنے زمانے کے اچھے راہنما تھے سب سے الگ اور سب سے ممتاز۔ وہ انسانیت کا ایسا رہنما ہے جو تاریخ کے ساتھ حرکت MARCH کرتا ہے اور ہر دور میں ویسا ہی جدید MODERN نظر آتا ہے جیسا اس سے پہلے دور کے لئے تھا۔

تم جن لوگوں کو تاریخی معنی کے ساتھ تاریخ بنانے والے MAKERS OF HISTORY کا لقب دیتے ہو وہ حقیقت میں تاریخ کے بنائے ہوئے CREATION OF HISTORY ہیں دراصل تاریخ بنانے والا پوری انسانی تاریخ میں صرف یہی ایک شخص ہے۔ دنیا کے جتنے لیڈروں نے تاریخ میں انقلاب برپا کئے ہیں ان کے حالات پر تحقیقی نگاہ ڈالو تم دیکھو گے کہ ایسے موقع پر پہلے سے انقلاب کے اسباب پیدا ہو رہے تھے اور وہ اسباب خود ہی اس انقلاب کا رخ اور راستہ بھی معین کر رہے تھے جس کے برپا ہونے کے وہ مقتضی تھے۔ انقلابی لیڈر نے صرف اتنا کیا کہ حالات کے اقتضا کو قوت سے فعل میں لانے کے لئے اس ایکٹر کا پارٹ ادا کر دیا جس کے لئے اسٹیج اور کام دونوں پہلے سے متعین ہوں۔ مگر تاریخ کے بنانے والوں یا انقلاب برپا کرنے والوں کی پوری جماعت میں یہ اکیلا ایسا شخص ہے کہ جہاں انقلاب کے اسباب موجود نہ تھے وہاں اس نے خود اسباب کو پیدا کیا جہاں انقلاب کا مواد موجود نہ تھا وہاں اس نے خود مواد تیار کیا جہاں اس انقلاب کی اسپرٹ اور عملی استعداد لوگوں میں نہ پائی جاتی تھی وہاں خود اس نے اپنے مطلب کے آدمی تیار کئے اپنی زبردست شخصیت کو پگھلا کر ہزارہا انسانوں کے قلب میں اتار دیا اور انکو ویسا بنایا جیسا وہ بنانا چاہتا تھا اسکی طاقت اور قوت ارادی نے خود ہی انقلاب کا سامان کیا خود ہی اسکی صورت اور نوعیت متعین کی اور خود ہی اپنے ارادے کے زور سے حالات کی رفتار کو موڑ کر اس راستے پر چلایا جس پر وہ اسے چلانا چاہتا تھا اس شان کا تاریخ ساز اور اس مرتبہ کا انقلاب انگیز تم اور کہاں نظر آتا ہے؟

آئیے اب اس سوال پر ذرا غور کیجئے کہ ۱۴ سو برس پہلے کی تاریک دنیا میں عرب جیسے تاریک ترین ملک کے ایک گوشہ میں ایک گلہ بانی اور سوداگری کرنے والے ان پڑھ بادیہ نشین کے اندر یکایک اتنا علم اتنی روشنی اتنی طاقت اتنے کمالات اتنی زبردست تربیت یافتہ قومیں پیدا ہو جانے کا کونسا ذریعہ تھا؟ آپ کہتے ہیں کہ یہ سب اسکے اپنے دل و دماغ کی پیداوار تھی میں کہتا ہوں کہ اگر یہ اسی کے دل و دماغ کی پیداوار تھی تو اسکو خدائی کا دعویٰ کرنا چاہیے تھا اور اگر وہ ایسا دعویٰ کرتا تو وہ دنیا جس نے رام کو خدا بنا ڈالا جس نے کرشن کو بھگوان قرار دینے میں تامل نہ کیا

جس نے بدھ کو خود معبود بنا لیا جس نے مسیح کو آپ اپنی مرضی سے ابن اللہ مان لیا جس نے آگ پانی اور ہوا تک کو پوج ڈالا وہ ایسے زبردست باکمال شخص کو خدا مان لینے سے کبھی انکار نہ کرتی مگر دیکھو وہ خود کیا کہہ رہا ہے وہ اپنے کمالات میں سے ایک کا کریڈٹ بھی خود نہیں لیتا کہتا ہے "میں ایک انسان ہوں تم ہی جیسا انسان میرے پاس کچھ بھی اپنا نہیں سب کچھ خدا کا ہے اور خدا ہی کی طرف سے ہے" یہ کلام جسکی نظیر لانے سے تمام نوع انسانی عاجز ہے میرا کلام نہیں ہے میرے دماغ کی قابلیت کا نتیجہ نہیں، لفظاً لفظ خدا کی طرف سے میرے پاس آیا ہے اور اسکی تعریف خدا ہی کے لیے ہے۔ یہ کارنامے جو میں نے دکھائے یہ قوانین جو میں نے وضع کئے، یہ اصول جو میں نے تمہیں سکھائے ان میں سے کوئی چیز بھی میں نے خود نہیں گڑھی ہے میں کچھ بھی اپنی ذاتی قابلیت سے پیش کرنے پر قادر نہیں ہوں، ہر ہر چیز میں خدا کی رہنمائی کا محتاج ہوں ادھر سے جو اشارہ ہوتا ہے وہی کرتا ہوں اور وہی کہتا ہوں۔

دیکھیے یہ کیسی حیرت انگیز صداقت ہے۔ کیسی امانت اور راستبازی ہے۔ جھوٹا انسان تو بڑا بننے کے لیے دوسروں کے لیسے کمالات کا کریڈٹ بھی لینے میں تامل نہیں کرتا جنکے اصل ماخذ کا باسانی پتہ چل جاتا ہے لیکن یہ شخص ان کمالات کو بھی اپنی طرف منسوب نہیں کرتا جن کو اگر وہ اپنے کمالات کہتا تو کوئی اس جھٹلا نہیں سکتا تھا کیونکہ کسی کے پاس انکے اصلی ماخذ تک پہونچنے کا کوئی ذریعہ ہی نہیں سچائی کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے اس شخص سے زیادہ سچا اور کون ہو گا جس کو ایک نہایت مخفی ذریعہ سے ایسے بے نظیر کمالات حاصل ہوں اور وہ بلا تکلف اپنے اصلی ماخذ کا حوالہ دے دے؟ بتاؤ کیا وجہ ہے کہ ہم اسکی تصدیق نہ کریں؟

تبصرہ

آئین وفا

مصنف جناب ڈاکٹر سید صفدر حسین صاحب ایم اے پی ایچ ڈی پرنسپل گورنمنٹ کالج جوہر آباد مغربی پاکستان
حجم تقریباً ۸۰ صفحے قیمت مجلد مع گرد پوش۔ تین روپیہ کتابت طباعت اور کاغذ بے حد نفیس و دیدہ زیب

جناب ڈاکٹر صفدر حسین صاحب اصلاح کے خصوصی ہمدردوں سے ہیں آپ کے علم و فضل کا تو ہمیں پہلے ہی سے اندازہ تھا لیکن ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ آپ ایک پختہ فکر قادر الکلام شاعر بھی ہیں آپ کا تصنیف مرثیہ آئین وفا کا مطالعہ کر کے ہمیں بڑی قدر ہوئی۔ اس مرثیہ کے دیباچہ سے معلوم ہوا کہ آپکے اور بھی کئی مرثیے پاکستان کے مومنین سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ زیر نظر مرثیہ حضرت عباسؑ کے متعلق ہے جس میں آپکے ولادت سے لیکر شہادت تک کے حالات بڑے ماہرانہ انداز میں نظم فرمائے ہیں آپ نہ صرف اچھا کہتے ہیں بلکہ پڑھتے بھی خوب ہیں یہ مرثیہ بھی مومنین کراچی نے آپ کی زبان سے سنا اور جس مجلس میں آپ پڑھے بڑی یادگار مجلس ہوئی کراچی کے اخبارات اور مشہور ناقدین فن نے جی کھول کر اس مرثیہ کی مدح و ستائش کی ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ اس مرثیہ کی شایان شان قدر کیجائے گی کہ یہ نہ صرف عزاداران امام مظلوم کے لیے گرانقدر نعمت ہے بلکہ پرستاران ادب کے لیے بہترین سرمایہ بھی۔

امام جعفر صادقؑ

اور آپ کا عہد

امام جعفر صادقؑ کا زمانہ نت نئے ہنگاموں اور فتنہ و فساد کا زمانہ تھا۔ تمام ممالک اسلامی میں اضطراب و ہیجان بپا تھا ہر جگہ کشت و خون کی گرم بازاری تھی ارباب حکومت ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے حکومت کی جڑیں کھوکھلی ہو چلی تھیں بنی امیہ کے خلاف نفرت کا ایک سیلاب تھا جو ہر خشک و تر کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھا حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے روز روز سازشیں ہوتی رہتیں۔ امت اسلامیہ اس وقت جن مشکلات سے دوچار تھی ان مشکلات کی طرف بنی اُمیہ کو دھیان ہی نہ تھا اُنھیں اپنے ذاتی منافع کی طرف جتنی توجہ تھی اس کا عشر عشیر بھی ملک کی بھلائی کی طرف نہ تھی۔ اُن کی اقتصادی و سیاسی بدمعاملگی کی وجہ سے کوئی طبقہ ایسا نہ تھا جو اُن سے خوش ہو۔

حکومت کا رنگ ڈھنگ طور طریق ناراض عوام کو مجبور کر رہا تھا کہ وہ ان مشکلات کو دور کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں سارے ہی مسلمان حکومت کے طور طریق سے بیزار تھے اس لیے کہ حکومت کی روش اسلامی روش کے اتنی مغائر ہو چکی تھی کہ خاموش بیٹھا رہنا ممکن ہی نہ تھا۔ نئے نئے واقعات پیش آ رہے تھے صورت حال بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی جب ایک کے بعد دوسرا حکمراں آتا شکایتیں بڑھتی جاتیں اور اس کے زمانہ میں ایسی باتیں ظہور میں آتیں کہ ناراضی پہلے سے بڑھ جاتی اور نفرت و بیزاری میں اضافہ ہو جاتا۔

لگان و خراج کے قوانین نے عوام کے طبقہ میں بہت زیادہ برہمی پیدا کر رکھی تھی۔ خراج میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ اور وصولی کے ظالمانہ طریقوں نے سب کی جان ضیق میں کر دی تھی وہ جتنا جی چاہتا لگان لگا دیتے جیسا کہ ان لوگوں نے فارس میں کیا۔ بنی امیہ کے کارندے فصل کا تخمینہ کرتے پھر جو چاہتے قیمت معین کر دیتے یہ قیمت مروجہ قیمتوں سے بالکل الگ ہوتی پھر اپنی اسی لگائی ہوئی قیمت کے حساب سے ٹیکس وصول کر لیتے ان لوگوں سے جزیہ وصول کرتے جن پر جزیہ واجب تھا ہی نہیں جیسے مصر میں کیا گیا۔ عبدالعزیز بن مروان نے جو مصر کا گورنر تھا حکم دیا کہ جتنے راہب مصر میں ہیں انھیں شمار کیا جائے وہ سب گن لیئے گئے اور ان سے جزیہ وصول کیا گیا یہ پہلا جزیہ تھا جو راہبوں سے وصول کیا گیا۔

بہت سے نئے نئے ٹیکس لگا دیے گئے صنعت و حرفت پر ٹیکس .... زمین کی خرید و فروخت پر ٹیکس۔ اسلام سے قبل ساسانیوں کے عہد میں جو ٹیکس رائج تھے جیسے نوروز کا ٹیکس جو نذرانے کے نام سے لیا جاتا وہ اسلام میں بھی رائج کر دیے گئے اور سب سے پہلے وصول کرنے والے معاویہ تھے۔ معاویہ نے اہل ایران کو حکم دیا کہ ہمیں نوروز و مہرجان کے نذرانے بھیجے جائیں ان لوگوں نے تعمیل حکم کی ۱۰ لاکھ درہم وصول ہوئے (جہشیاری)

ہرات کا زمیندار جس کا نام خراسان تھا اسد بن عبد اللہ قسری گورنر ہشام کے پاس سنہ ۱۱۹ھ میں مہرجان کے جو ہدیے لے کر آیا اُن کی قیمت ایک لاکھ تھی۔ (تاریخ کامل جلد ۵ صفحہ ۱۰۱)

طبری لکھتے ہیں۔ ہرات کا [illegible] کر جس کے ساتھ وہاں کا زمیندار بھی تھا سنہ ۱۲۰ھ میں ہدیے لیکر آیا ان ہدیوں میں دو قصر تھے ایک سونے کا اور ایک چاندی کا۔ سونے اور چاندی کے لوٹے تھے نیز سونے اور چاندی کے برتن ہرات مرو وغیرہ کے مشہور ریشمی کپڑے تھے۔ (طبری جلد ۵ صفحہ ۲۶۵ واقعات سنہ ۱۲۰ھ)

عبد الملک بن مروان نے جزیرہ کے حاکم کو فرمان بھیجا کہ وہاں جتنے زن مرد بوڑھے بچے ہیں سب کی گنتی کر کے سب کو کاریگر قرار دے اور ہر شخص سال بھر میں جتنا کام کرتا ہے اس کا حساب کرے پھر اُسے کھانے پہننے کے لائق چھوڑ دے اور باقی بچت سرکار لے لے عامل نے ایسا ہی کیا اس طرح ہر متنفس پر ۴ دینار سالانہ کی اوسط آئی اُس نے پابندی لگا دی تھی کہ ہر شخص کو سال بھر میں ۴ دینار دینا پڑیں گے۔ (خراج صفحہ ۴۱)

یمن کے حاکم محمد بن یوسف نے جو حجاج بن یوسف کا بھائی تھا طرح طرح کے شدائد و مظالم کیئے وہ لوگوں کا مال و متاع آدھا آدھا وصول کر لیتا۔ خراج وغیرہ جو پہلے سے معین تھے وہ علیحدہ تھے۔ (السیادۃ العربیہ صفحہ ۴۲)

اسامہ بن زید مصر کا گورنر خلیفہ سلیمان بن عبد الملک کے پاس خراج کے روپے اکٹھا کر کے لایا اُس نے عرض کیا "حضور میں اُس وقت چلا جبکہ رعیت نیم جاں اور نڈھال ہو چکی تھی اگر مناسب سمجھئے تو اُن پر مہربانی و کرم فرمائیے اور اُن کے خراج میں اتنی کمی کر دیجئے جس سے وہ اپنے شہروں کو آباد اور اپنی معیشت کو سدھار سکیں اس کا فائدہ آپ کو آئندہ برسوں میں ہوگا۔ سلیمان نے کہا تجھے تیری ماں روئے جب تک دودھ آتا رہے دودھ دوہ لے اسکے بعد خون دوہ لے۔ (جہشیاری صفحہ ۳۲)

اس لوٹ کھسوٹ نے رعایا کو پیس کر رکھ دیا تھا فارغ البالی کسی کو نصیب نہ تھی بھاری ٹیکسوں نے ہر شخص کی کمر توڑ دی تھی ان ٹیکسوں سے فائدہ صرف گنتی کے چند افراد یعنی ارباب حکومت اور حکومت کے کارپردازوں کو تھا حکام کو اسکی کوئی پرواہ نہ تھی کہ ان ٹیکسوں کے نتیجے میں شہروں پر کیا تباہی آئے گی کارندوں نے حکام کی خواہش سے کہ خراج و لگان زیادہ سے زیادہ وصول کیا جائے خوب خوب فائدے اٹھائے اُن کی مرضی دیکھ کر جس طرح چاہا لوٹا کھسوٹا حکومت کے خزانے کے ساتھ ساتھ اپنے گھر بھی بھر لیئے اکثر ایسا ہوتا کہ خلفائے بنی امیہ اپنے کارندوں کو ٹیکس کی وہ تمام رقمیں بخش دیتے جو وہ وصول کر کے لاتے۔ خراسان کے گورنر کو ایک مرتبہ وصول شدہ ٹیکسوں کی رقم بخش دی گئی جو بیس لاکھ درہم تھی۔ یزید بن معاویہ نے عبد الرحمان بن زیاد والی خراسان کو ۲۰ لاکھ درہم لگان کے دیدیئے اس کے پاس جو جائدادیں تھیں اُن کی قیمت اس سے بھی زیادہ تھی ایک مرتبہ عبد الرحمان نے اپنے منشی سے کہا۔

مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ اتنا مال رکھ کر مجھے نیند کیسے آتی ہے۔

کاتب نے پوچھا کتنا مال ہے عبد الرحمان نے کہا میں نے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ سو برس تک روزانہ ایک ہزار درہم خرچ کر سکتا ہوں مجھے نہ غلام خریدنے کی ضرورت پڑیگی نہ زمین نہ جائداد۔ منشی نے کہا خدا آپ کی آنکھوں کو سلامت رکھے اس پر تعجب نہ کیجئے کہ اتنا رکھتے ہوئے آپ کو نیند کیسے آتی ہے تعجب اس وقت کیجئے گا جب یہ سب مال ختم ہو جانے پر آپ کو

پسند آجائے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ اسکی ساری دولت برباد گئی کچھ امانتیں آگ دبا بیٹھے کچھ مال چوری گیا نوبت اسکی آگئی کہ اس نے اپنا سامان بیچ ڈالا چھوٹے گدھے پر بیٹھ کر نکلتا اسکے پیر زمین سے لگتے تھے ایک بن دینار نے اس سے پوچھا تمہاری وہ دولت کیا ہوئی جسکے متعلق تم ایسا ایسا کہا کرتے تھے اس نے کہا کل شیءٍ هالكٌ الا وجهه ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے پس خدا ہی کی ذات کو بقا ہے۔ (جہشیاری [illegible])

جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خراج و جزیہ اور فاضل ٹیکسوں کی گنتی دور کرنا چاہی یہ فاضل ٹیکس خراج سے بھی بڑھ کر تھے ان کی نہ کوئی حد معین تھی نہ کوئی قاعدہ قانون مقرر تھا بلکہ سب کارندوں کی مرضی پر منحصر تھا وہ جتنا چاہتے وصول کیا کرتے عمر ابن عبد العزیز نے اپنے زمانۂ خلافت میں کچھ روک تھام کرنا چاہی بہت سے ٹیکس انھوں نے موقوف کر دیے مگر ان کی عمر نے وفا نہ کی۔

ان کے مرنے کے بعد جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے وہ تمام اصلاحات کالعدم کر دیے جو عمر بن عبد العزیز نے اپنے زمانۂ حکومت میں لگان و خراج کے متعلق کئے تھے اس نے خلیفہ ہوتے ہی عاملوں کو پھر ان ٹیکسوں کی وصولی کی تاکید کی اس نے اپنے عاملوں کو لکھا۔

امابعد عمر فریب خوردہ تھے ان کے عہد کی باتیں تم لوگ بالائے طاق رکھو اور جس طرح لوگوں سے پہلے ٹیکس وصول کیے جاتے تھے اسی طرح وصول کرو وہ خوشحال ہوں یا قحط زدہ خوشی خاطر ٹیکس دیں یا جبر و اکراہ جنھیں جائے مریں۔ (تاریخ طبری و تاریخ کامل ابن اثیر)

یزید کے اس فرمان کے بعد عاملوں کا تشدد اور رعایا کی پریشانیاں اور بڑھ گئیں۔ یہ ٹیکس مسلمانوں کے کاندھوں پر ناقابل برداشت بوجھ تھے خصوصیت کے ساتھ مفتوحہ ممالک کے مسلمانوں کے لیے۔ کسی شہر یا کسی صوبہ کی یہ حکومت مال و ثروت ذخیرہ کرنے کا بہت بڑا ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ (سیادت عربیہ [illegible])

مال و دولت ذخیرہ کرنے کے لیے حکومت حاصل کرنے کی کتنی لوگ کوششیں کرتے تھے اس کا پتہ بلال ابن ابی بردہ کے واقعہ سے ملتا ہے۔ جب یہ عمر ابن عبد العزیز کے یہاں پہونچے تو ان کا تمام تر وقت مسجد کے اندر گذرتا تھا ہر وقت نماز میں مشغول رہا کرتے۔ عمر ابن عبد العزیز ان کی عبادت سے بہت متعجب ہوئے علاء بن ابی ہندار سے کہا کاش ان کا باطن بھی ایسا ہی ہوتا جیسا ظاہر ہے ہمیں شک نہیں کہ یہ عراق کے رہنے والے ہیں۔ علاء نے کہا میں ان کی صحیح کیفیت ابھی بتاتا ہوں یہ کہہ وہ مسجد میں پہونچے اور بلال سے کہا۔

"مجھے امیر المومنین عمر بن عبد العزیز کے یہاں جو تقرب حاصل ہے وہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں اگر میں انھیں آپ کے لیے عراق کی گورنری کا مشورہ دوں تو آپ مجھے کیا دینگے"

بلال نے کہا۔ ایک سال کی اپنی تحصیل دے دونگا جو ۲۰ لاکھ ہوگی۔ علاء نے کہا اسکے متعلق ایک تحریر لکھ دیجئے۔ بلال نے تحریر لکھ دی۔ علاء نے وہ تحریر عمر بن عبد العزیز کے سامنے پیش کر دی۔ عمر بن عبد العزیز نے عامل کوفہ کو لکھا۔

بلال نے ہمیں خدا کے ذریعہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہم نے انھیں پرکھا تو تمام تر کھوٹ ہی کھوٹ پایا۔ (کامل طبری جلد ۸ صفحہ ۵۰ طبع اول مصر)

تو بلال عراق کی حکومت کے لیے ۲۰ لاکھ خرچ کرنے پر آمادہ تھے اس سے لازمی طور پر یہ بات سمجھی جا سکتی ہے کہ سال بھر میں وہ کئی گنا رقم اس سے زیادہ وصول کر لیتے۔

عراق کے خراج کی وصولی رؤسا و قبائل کے سپرد کر دی گئی وہ جس طرح جی چاہتا وصول کرتے کوئی پوچھ گچھ نہ تھی خراسان میں ٹیکس زمین کی پیمائش کے لحاظ سے نہیں بلکہ آدمیوں کی گنتی سے وصول کیا جاتا تھا اس لیے کہ اگر زمین کی پیمائش کے لحاظ سے ٹیکس لیا جاتا تو زیادہ ٹیکس رؤسا و قبائل ہی کو دینے پڑتے اس لیے یہ تدبیر کی گئی کہ جس گھر میں جتنے آدمی ہیں اسی لحاظ سے ان سے ٹیکس لیا جائے بنی امیہ نے ان لوگوں پر بھی ٹیکس عائد کر رکھا تھا جو اسلام لائے تھے اور یہی اسلام کی اشاعت میں تاخیر کا باعث ہوا کیونکہ پہلے ٹیکس غیر مسلموں سے لیے جاتے تھے یعنی جزیہ اور خراج وغیرہ جب کوئی ذمی مسلمان ہوتا تو اس سے جزیہ اور خراج دونوں معاف ہو جاتے اس کی وجہ سے بہت سے ذمیوں نے اسلام قبول کر لیا خواہ اسلام کی حقانیت سے متاثر ہو کر یا ٹیکسوں سے بچنے کے لیے۔

جب اتنی بہت بڑی تعداد مسلمان ہو گئی تو سرکاری بجٹ فیل ہونے لگا یہ دیکھ کر امویوں نے اسلام لانے والوں پر بھی جزیہ اور خراج لازم کر دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کی اشاعت رک گئی کیونکہ اب اسلام لانے میں کوئی فائدہ تو تھا نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسلام لانے والوں سے جزیہ اور خراج معاف کر دیے جاتے تو سرکاری بجٹ میں کوئی خسارہ نہ ہوتا یا ان حکام کی ہوس خراج کے کارندوں کی بھوک البتہ نہیں مٹ سکتی تھی۔

عاملوں کے اسی ظلم و تشدد نے حکومت کے خلاف نفرت و بیزاری پیدا کی اور سب کے دل بنی امیہ کے خلاف غم و غصہ سے بھر گئے اس لیے کہ حکومت کے افسران جو کچھ کرتے تھے بادشاہ کے بل پر کرتے تھے اور بادشاہ کو رعیت کی پریشانی و مصیبت کی کوئی فکر نہ تھی نہ وہ کسی مظلوم کی شکایت پر کان دھرتے۔ مسلمانوں پر یہ بات انتہائی شاق تھی کہ ان پر ایسے لوگ حکمراں ہوں جو علانیہ ظلم و جور اور شریعہ اسلامیہ کے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔ حکومت کی اس شرمناک روش ہمہ گیر ظلم و تشدد و قتل و غارت لوٹ کھسوٹ سے سبھی کے کلیجے خون تھے نیکوکار صحابہ اور داعیان اصلاح نے پہلی ہی خلافت کے زمانہ سے مخالفت اور ناراضی کا اظہار شروع کر دیا تھا بنی امیہ نے اہل بیت کے ساتھ جو سلوک کیے اسے تمام مسلمانوں نے انتہائی ناپسند کیا ان اموی سلاطین نے اہلبیت کا جی کھول کر خون بہایا قرابت رسولؐ کا ذرہ برابر بھی پاس و لحاظ نہ کیا۔ علیؓ پر سب و شتم دستور بنا لیا گیا ہر اسلامی شہر میں اس دستور کی پابندی کی جاتی تھی سب سے پہلے اس کی ایجاد معاویہ نے کی۔ غرضکہ سینکڑوں ہی خون کھولا دینے والے حرکات تھے۔ ہمیں یہاں ان کا تذکرہ مقصود نہیں ہم تو صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ بنی امیہ کی حکومت کے زوال کا سبب موالی یا بالخصوص عجمیوں کو قرار دیتے ہیں وہ قطعی غلط ہے خود بنی امیہ کے کرتوت تھے جنہوں نے ان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا موالی عجمیوں کی وجہ سے ان کی حکومت نہیں فنا ہوئی۔